OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

عصر حاضر کے معاشرتی مسائل: تفسیر مظہر القرآن کی روشنی میں سورۃ الحجرات کا ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Contemporary Social Issues: A Research and Analytical Study of Surah Al-Hujurat in the Light of Tafsir Mazhar-ul-Quran

Mr. Siddiq Akbar
Ph. D Scholar, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Swat
Email: siddiq698@gmail.com

Dr. Javed Khan (Corresponding Author)
Assistant Professor, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Swat
Email: javedkhan@uswat.edu.pk

Received on: 20-10-2025 Accepted on: 10-11-2025

Abstract

Surah Al-Hujurat is one of the comprehensive chapters of the Holy Qur'an, in which the moral and social principles of an Islamic society are presented. It clearly explains important themes such as mutual respect, verification of information, reconciliation of disputes, human equality, and brotherhood based on faith. Its teachings provide guidance not only for the moral development of individuals but also for the improvement of social and collective life. In the contemporary era, means of communication, particularly social media, have given unprecedented speed to the dissemination of information. A piece of news can reach millions of people within a few moments. However, along with this speed, rumors, false accusations, character assassination, suspicion, mockery, and social disorder can also spread rapidly. Verses 6 to 13 of Surah Al-Hujurat provide an ethical and social framework for addressing this situation, in which the verification of information, protection of human dignity, reconciliation of disputes, mutual brotherhood, and God-consciousness (Taqwa) are given fundamental importance. This article, through a tafsir-based and analytical study of the relevant verses of Surah Al-Hujurat, seeks to demonstrate that Qur'anic guidance provides effective direction for addressing the communication, moral, and social challenges of modern society. The study reveals that the ideal Islamic society is founded upon interconnected principles such as obedience, verification, justice, respect, brotherhood, and God-consciousness (Taqwa).

Keywords: Islamic Society, Verification of Information, Brotherhood, Human Equality Reconciliation, Backbiting.

تعارف:

اسلام نے انسان کی اصلاح کو صرف عبادات اور عقائد تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے قول، فعل، رویے، معاشرتی تعلقات اور اجتماعی ذمہ داریوں کے لیے بھی واضح اصول متعین کیے ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد سورتوں میں اسلامی معاشرے کی تشکیل کے اصول بیان ہوئے ہیں، تاہم سورۃ الحجرات اس اعتبار سے خصوصی اہمیت رکھتی ہے کہ اس میں اسلامی اجتماعی اخلاقیات کا ایک مربوط خاکہ سامنے آتا ہے۔ یہ سورت پہلے اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادب کا درس دیتی ہے، پھر گفتگو کے آداب کی طرف متوجہ کرتی ہے، اس کے بعد خبر کی تحقیق، اجتماعی نزاع کی اصلاح، تمسخر، عیب جوئی، بدگمانی، تجسس اور غیبت سے روکتی ہے اور آخر میں انسانی برابری اور حقیقی ایمان کا معیار بیان کرتی ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید صالح معاشرے کے قیام میں محض قانونی احکام کو کافی نہیں سمجھتا، بلکہ اخلاقی شعور کو بھی بنیادی اہمیت دیتا ہے۔

سورۃ الحجرات کا بنیادی موضوع

سورۃ الحجرات کا تعلق مدنی دور سے ہے۔ اس سورت میں ایک مثالی اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے باہمی تعلقات، اجتماعی زندگی اور معاشرتی رویّوں سے متعلق متعدد بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔ سورت کے آغاز ہی میں ایسے احکام سامنے آتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ادب و احترام، تعظیمِ رسالت اور آپ ﷺ کے احکام کی پیروی کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ امام ابن کثیرؒ نے بھی اس مقام پر مذکورہ آیتِ کریمہ کو آدابِ بارگاہِ رسالت ﷺ کے اہم اصولوں میں شمار کیا ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُولِهِ﴾[1] میں اہلِ ایمان کو اس امر کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مقابلے میں اپنی رائے کو مقدم نہ کریں۔

صاحب تفسیر مظہر القرآن مفتی مظہر اللہ دہلوی[2] اس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری شریف کی یہ حدیث ذکر فرماتے ہیں

عَنْ جُنْدَب ، قَالَ: ضَحَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُضْحِيَةً ذَاتَ يَوْمٍ، فَإِذَا أُنَاسٌ قَدْ ذَبَحُوا ضَحَايَاهُمْ قَبْلَ الصَّلاَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، رَآهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدْ ذَبَحُوا قَبْلَ الصَّلاَةِ، فَقَالَ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلاَةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللهِ»[3]

عید الاضحی کے دن چند صحابہؓ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے قربانی کی، لیکن ان کی پہلی قربانی مطلوبہ شرعی طریقے کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے انہیں از سرِ نو قربانی کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔۔[4]

یہ اصول عصرِ حاضر میں بھی نہایت اہم ہے، کیونکہ جدید فکری ماحول میں انسان اپنی ذاتی رائے کو حتمی معیار سمجھنے کی طرف مائل ہے۔ قرآن مجید مؤمن کے لیے اس رویے کی اصلاح کرتے ہوئے وحی کو معیارِ حق قرار دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گفتگو کے آداب

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ﴾[5]

آیت مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنے اور عام لوگوں کی طرح بے تکلف انداز اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

مفتی مظہر اللہ دہلویؒ نے آیتِ کریمہ کی تشریح کے ضمن میں صحیح مسلم کی ایک روایت بطورِ استشہاد نقل کی ہے۔ اس روایت کے مطابق آیتِ مبارکہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ کے نازل ہونے پر حضرت ثابت بن قیسؓ اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ گھر میں گوشہ نشین ہوگئے اور انہیں اپنی آخرت کے بارے میں اندیشہ لاحق ہوگیا۔ جب نبی اکرم ﷺ نے ان کی غیر حاضری کا سبب دریافت فرمایا تو حضرت سعد بن معاذؓ نے ان کی کیفیت آپ ﷺ کے سامنے بیان کی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا» :بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ«، یعنی" وہ اہلِ جنت میں سے ہیں۔"»[6]

یہ آیت حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ کے واقعے کے پس منظر میں بھی بیان کی گئی ہے۔ وہ کم سماعت کی وجہ سے گفتگو کے دوران عموماً بلند آواز میں بات کرتے تھے۔ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو انہیں یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں ان کا بلند لہجہ وعیدِ الٰہی میں شامل نہ ہوجائے۔ چنانچہ وہ کچھ عرصہ گھر تک محدود رہے اور خود کو اہلِ جہنم میں شمار کرنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی کیفیت معلوم کرکے انہیں بلایا اور تسلی دیتے ہوئے اہلِ جنت میں شامل ہونے کی بشارت عطا فرمائی۔[7]

اس حکم کا تعلق صرف ظاہری آواز سے نہیں بلکہ اس میں احترام، تعظیم، سنجیدگی اور اطاعت کا پورا تصور شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل اس قرآنی ادب کی عملی تفسیر تھا۔

عصر حاضر سے تعلق

اگرچہ رسول اللہ ﷺ دنیا میں موجود نہیں، لیکن آپ ﷺ کی تعلیمات، احادیث اور سنت موجود ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کی حدیث کو پڑھتے، بیان کرتے یا اس پر گفتگو کرتے ہوئے علمی وقار، احترام اور احتیاط کا ملحوظ رکھنا اسی قرآنی ادب کا تقاضا ہے۔

اسی طرح دینی اہلِ علم کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے بھی شائستگی اور علمی دیانت اختیار کرنا ضروری ہے۔ اختلافِ رائے علمی ترقی کا ذریعہ بن سکتا ہے، لیکن بے ادبی اور تحقیر علمی اختلاف کو نزاع میں تبدیل کر دیتی ہے۔[8]

ذاتی رائے کے بجائے وحی کی رہنمائی

قرآن مجید کا ارشاد ہے: ﴿لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾[9]

یہ مختصر جملہ اسلامی فکر کے ایک بنیادی اصول کو واضح کرتا ہے کہ مسلمان اپنی خواہش، ذاتی قیاس یا معاشرتی رجحان کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر مقدم نہیں کر سکتا۔

اس اصول کی موجودہ دور میں ایک اہم تطبیق یہ ہے کہ ہر نیا نظریہ، تہذیبی رجحان یا فکری تصور محض اس لیے درست نہیں ہو جاتا کہ وہ جدید ہے۔ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جدید مسائل کا مطالعہ ضرور کرے، لیکن ان کے بارے میں شرعی موقف متعین کرتے وقت قرآن و سنت کو بنیادی معیار قرار دے۔

خبر کی تحقیق: عصر حاضر کا سب سے اہم قرآنی اصول

سورۃ الحجرات کی آیت 6 عصر حاضر کے ابلاغی نظام کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾[10]

قرآن مجید کا مطالبہ یہ ہے کہ خبر ملتے ہی اسے قبول اور آگے منتقل نہ کیا جائے بلکہ اس کی حقیقت معلوم کی جائے۔ اس آیت میں خبر کی تحقیق اور اس بات سے احتیاط کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان کسی غلط خبر کی بنیاد پر ایسا فیصلہ نہ کر بیٹھے جس پر بعد میں ندامت ہو۔

علامہ مفتی مظہر اللہ دہلوی اس آیت کی شان نزول کے متعلق تفسیر طبری کی یہ روایت ذکر فرماتے ہیں

رُوِيَ عن قتادة رحمه الله في تفسير قوله تعالى :﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ﴾ أنَّ الوليد بن عقبة أرسله النبي ﷺإلى بني المصطلق لجمع الصدقات، فلما اقترب منهم وظنَّ أنهم يريدون به سوءًا، رجع إلى رسول الله ﷺ وأخبره بأنهم تركوا الإسلام .فأرسل النبي ﷺ خالد بن الوليد رضي الله عنه للتحقق من الأمر، وأوصاه بالتأنّي وعدم الاستعجال .فذهب خالد إليهم ليلًا، وبعث من يستطلع أحوالهم، فعادوا إليه وأخبروه بأن القوم ثابتون على الإسلام، وأنهم يؤذّنون ويصلّون .فلما أصبح خالد رضي الله عنه دخل عليهم ورأى منهم ما يدل على صدق إسلامهم، ثم رجع إلى النبي ﷺ وأخبره بحقيقة الأمر . فنزلت الآية الكريمة تحذيرًا من قبول الأخبار دون تثبّت، وكان النبي ﷺ يقول» :التَّثَبُّتُ مِنَ اللهِ، وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ.".[11]

یعنی اس آیت کے نزول کا تعلق ولید بن عقبہؓ کے ایک واقعے سے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بنو مصطلق سے صدقات وصول کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ زمانۂ جاہلیت میں ولیدؓ اور اس قبیلے کے درمیان سابقہ عداوت موجود تھی۔ جب وہ قبیلے کے قریب پہنچے تو لوگ ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھے، مگر ولیدؓ نے ان کی آمد کو اپنے خلاف سابقہ دشمنی کے تناظر میں دیکھا اور یہ سمجھا کہ شاید وہ انہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ واپس مدینہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ ان لوگوں نے صدقہ دینے سے انکار کر دیا ہے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کا ارادہ رکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے صورتِ حال کی حقیقت جاننے کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کو وہاں بھیجا۔ انہوں نے موقع پر پہنچ کر لوگوں کے دینی معمولات کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ وہ اذان دے رہے ہیں، نماز ادا کر رہے ہیں اور صدقات بھی پیش کرنے

کے لیے تیار ہیں۔ حضرت خالدؓ نے واپس آکر رسول اللہ ﷺ کو اصل صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اس واقعے کے بعد خبر کی تحقیق اور اس کی صحت معلوم کیے بغیر کسی اقدام سے گریز کی ہدایت کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی۔[12]

سوشل میڈیا اور آیتِ تبین

آج ایک موبائل پیغام، تصویر، ویڈیو یا مختصر تحریر چند سیکنڈ میں ہزاروں افراد تک پہنچ سکتی ہے۔ اس صورت میں آیتِ تبین کی ذمہ داری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

کسی شخص کے بارے میں الزام، کسی عالم کے بارے میں منفی خبر، کسی ادارے کے متعلق افواہ یا کسی مذہبی مسئلے کے بارے میں غیر مستند دعویٰ شیئر کرنا بسا اوقات ایک فرد کی عزت، خاندان کی ساکھ اور پورے ادارے کے اعتماد کو نقصان پہنچا دیتا ہے۔

لہٰذا قرآن کا اصول یہ ہے:

خبر کی رفتار سے پہلے خبر کی صحت کو دیکھا جائے۔

یہی اصول جدید صحافت، علمی تحقیق اور سوشل میڈیا کے استعمال میں بنیادی اخلاقی معیار بن سکتا ہے۔

خبر کی ترسیل اور اخلاقی ذمہ داری

خبر پہنچانے والا صرف اطلاع منتقل نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات اس خبر کے نتائج کا بھی ذمہ دار بن جاتا ہے۔ اگر ایک شخص غیر مصدقہ خبر پھیلاتا ہے اور اس کے نتیجے میں کسی بے گناہ کی عزت مجروح ہوتی ہے تو محض یہ عذر کافی نہیں کہ "میں نے تو صرف خبر آگے بھیجی تھی"۔

قرآن کا اسلوب اس ذمہ داری کو فرد کے ضمیر سے جوڑتا ہے:﴿أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾

یعنی ندامت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان تحقیق کے بغیر عمل کر بیٹھتا ہے۔

یہ اصول صحافت، سوشل میڈیا، یوٹیوب، واٹس ایپ گروپس اور دیگر ابلاغی ذرائع سب پر یکساں لاگو ہوتا ہے۔ حوالہ: تفسیر ابن کثیر، ج7، ص343۔

اجتماعی نزاع اور اصلاحِ ذات البین

قرآن مجید فرماتا ہے:﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾[13]

اسلامی معاشرہ اختلاف سے خالی معاشرہ نہیں، لیکن قرآن کا مطلوب یہ ہے کہ اختلاف دشمنی اور مستقل تقسیم کا سبب نہ بنے۔

یہاں ایک اہم نکتہ سامنے آتا ہے کہ قرآن نے لڑنے والی دونوں جماعتوں کو "مؤمنین" کہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نزاع کی موجودگی ہر اختلاف کرنے والے کو ایمان کے دائرے سے خارج نہیں کرتی۔

اصلاح کرنے والے فرد یا ادارے کا مقصد کسی ایک فریق کو خوش کرنا نہیں بلکہ عدل کی بنیاد پر صلح قائم کرنا ہونا چاہیے۔

عدل کے بغیر صلح ناقص ہے

قرآن مجید اصلاح کا حکم دینے کے بعد فرماتا ہے:﴿فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ﴾[14]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی اصلاح محض ظاہری صلح کا نام نہیں۔ اگر ایک فریق ظلم پر قائم ہو تو صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ دونوں آپس میں سمجھوتہ کر لیں۔ قرآن عدل کو اصلاح کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

مفتی مظہر اللہ دہلویؒ اس آیت کی شان نزول میں صحیح بخاری شریف کی یہ روایت ذکر فرماتے ہیں:

فَلَمَّا دَنَا النَّبِيُّ ﷺ مِنْهُ قَالَ لَهُ :ابْعُدْ عَنِّي، فَقَدْ تَأَذَّيْتُ مِنْ رَائِحَةِ حِمَارِكَ .فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ :وَاللَّهِ إِنَّ رَائِحَةَ دَابَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَطْيَبُ مِنْ رَائِحَتِكَ .فَغَضِبَ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِ عَبْدِ اللَّهِ لِمَا قِيلَ فِي صَاحِبِهِ، فَشَتَمَ الرَّجُلَ، فَاشْتَدَّ غَضَبُ أَصْحَابِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، وَتَطَوَّرَ الأَمْرُ إِلَى مُشَاجَرَةٍ وَتَدَافُعٍ، وَاسْتُعْمِلَتْ فِيهَا الجَرَائِدُ وَالأَيْدِي وَالنِّعَالُ .ثُمَّ بَلَغَنَا أَنَّ قَوْلَهُ تَعَالَى :﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ نَزَلَ فِي هَذَا السِّيَاقِ.[15]

یعنی ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سواری پر تشریف لے جا رہے تھے کہ انصار کی ایک مجلس کے قریب سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ وہاں کچھ دیر کے لیے رکے۔ اسی دوران سواری نے پیشاب کیا تو عبداللہ بن اُبی نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے ناک ڈھانپ لی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری سے آنے والی بو بھی تمہاری خوشبو سے بہتر ہے۔ اس جملے پر دونوں کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی اور معاملہ ان کے حامیوں تک پہنچ گیا۔ بات یہاں تک بڑھی کہ دونوں گروہوں میں ہاتھا پائی شروع ہوگئی۔ اطلاع ملنے پر نبی کریم ﷺ واپس تشریف لائے اور فریقین کے درمیان صلح کروا دی۔[16]

عصرِ حاضر میں خاندانی تنازعات، ادارہ جاتی اختلافات، قبائلی تنازعات اور مذہبی اختلافات میں بھی اصلاح کرنے والوں کو اسی قرآنی اصول کو سامنے رکھنا چاہیے۔

اسلامی اخوت: معاشرتی وحدت کی بنیاد

سورۃ الحجرات کا ایک مرکزی پیغام یہ ہے:﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾[17]

قرآن مجید نے اہلِ ایمان کے تعلق کو محض سماجی تعلق نہیں بلکہ اخوت کا نام دیا ہے۔

امام قرطبی اس آیت کے تحت بیان کرتے ہیں کہ مؤمنین کی اخوت دین اور حرمت کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے، اور اسی لیے مسلمانوں کو باہمی اصلاح کا حکم دیا گیا ہے۔

اس قرآنی تصور کا ایک اہم تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے دینی بھائی کی عزت، جان، مال اور آبرو کو اپنی ذمہ داری سمجھے۔

حسد، بغض اور تحقیر: اخوت کے دشمن

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا»

یہ حدیث سورۃ الحجرات کے معاشرتی مزاج کی عملی تشریح کرتی ہے۔ امام قرطبی نے آیتِ اخوت کے تحت اس حدیث کو بھی نقل کیا ہے۔

آج معاشرتی ذرائع ابلاغ میں حسد اور تحقیر کے اظہار کے لیے نئی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ کسی کی کامیابی پر طعنہ دینا، کسی عالم یا استاد کو عوامی سطح پر ذلیل کرنا، کسی خاندان کی تضحیک کرنا یا کسی شخص کی کمزوری کو مذاق کا موضوع بنانا اسلامی اخوت کے منافی ہے۔

تمسخر اور سوشل میڈیا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ﴾[18]

اسلام نے تمسخر کی ممانعت کرتے ہوئے انسان کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ ظاہری معیار حقیقی فضیلت کا معیار نہیں۔

سوشل میڈیا پر طنزیہ تصاویر، تحقیر آمیز تبصرے، مذاق کے نام پر کردار کشی اور کسی شخص کی شکل، لباس، زبان، لہجے یا پیشے کا مذاق اسی قرآنی ممانعت کے جدید مظاہر ہیں۔

لہٰذا "یہ تو صرف مذاق تھا" اسلامی اخلاقیات میں ہرگز کافی عذر نہیں۔

عیب جوئی اور کردار کشی

قرآن مجید فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾[19]

اس آیت میں زبان کے ان رویوں کی اصلاح کی گئی ہے جو انسان کی عزت کو مجروح کرتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں "لمز" کی متعدد نئی صورتیں پیدا ہو چکی ہیں:

- سوشل میڈیا پر تضحیک آمیز تبصرے
- طنزیہ القابات
- ویڈیوز میں کسی فرد کی تذلیل
- ذاتی زندگی کے عیوب کو عام کرنا
- مخالف کی علمی حیثیت کو مشکوک بنانا

- اختلاف کو شخصی دشمنی میں تبدیل کرنا

یہ سب معاشرتی اخلاقیات کو تباہ کرنے والے عوامل ہیں۔

بدگمانی، تجسس اور غیبت

سورۃ الحجرات کا ایک جامع اخلاقی ضابطہ یہ ہے: ﴿اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾[20]

یہ تینوں برائیاں ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ پہلے انسان بدگمان ہوتا ہے، پھر تحقیق کے نام پر دوسروں کی پوشیدہ زندگی میں داخل ہوتا ہے، اور آخرکار اس کی بات دوسروں تک پہنچا دیتا ہے۔

اس لیے قرآن نے بدگمانی، تجسس اور غیبت کو ایک ہی سلسلے میں ذکر کیا۔

عصرِ حاضر میں اس کی تطبیق

آج کسی کی نجی گفتگو کا اسکرین شاٹ لینا، کسی کا ذاتی پیغام دوسروں کو دکھانا، کسی کی نجی زندگی کی معلومات تلاش کرنا اور پھر اسے عوامی بحث کا موضوع بنانا اس قرآنی اصول کے حوالے سے سنجیدہ اخلاقی سوالات پیدا کرتا ہے۔

انسانی مساوات اور نسلی امتیاز کا خاتمہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[21]

یہ آیت انسانی معاشرے کے لیے ایک بنیادی اصول متعین کرتی ہے کہ نسل، خاندان، قوم، قبیلہ، زبان یا علاقائی نسبت انسان کی حقیقی فضیلت کا معیار نہیں۔

قرآن نے مختلف اقوام اور قبائل کے وجود کو تسلیم کیا لیکن اسے باہمی تعارف کا ذریعہ قرار دیا، تفاخر اور تحقیر کا نہیں۔

اس اصول کی موجودہ دور میں ضرورت اس لیے زیادہ ہے کہ انسان ابھی تک رنگ، نسل، زبان، قومیت، خاندان اور طبقے کی بنیاد پر امتیاز کا شکار ہے۔

حقیقی ایمان کا معیار

سورۃ الحجرات کے آخری حصے میں ایمان کے دعوے اور حقیقی ایمان کے درمیان فرق واضح کیا گیا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾[22]

قرطبی کے مطابق آیت میں ایمان کی صداقت کو محض زبانی دعوے سے نہیں بلکہ یقین اور عملی تقاضوں سے مربوط کیا گیا ہے۔

یہاں ایک اہم تحقیقی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ سورۃ الحجرات کا اخلاقی نظام دراصل ایمان کا عملی اظہار ہے۔

یعنی: صحیح ایمان ← صحیح رویہ ← صحیح معاشرت ← صالح اجتماعی نظام

سورۃ الحجرات اور تعلیمی ادارے

تعلیمی اداروں میں استاد اور طالب علم کے درمیان احترام، گفتگو کا سلیقہ، اختلافِ رائے کا ادب اور علمی دیانت بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ علم کے ساتھ ادب ضروری ہے۔ اگر علمی ماحول میں زبان کی سختی، تمسخر، تحقیر، شخصیت پرستی اور غیر مصدقہ اطلاعات عام ہو جائیں تو تعلیم کا اصل مقصد متاثر ہوتا ہے۔

لہٰذا اسلامی تعلیمی اداروں میں سورۃ الحجرات کو محض تلاوت اور ترجمے تک محدود رکھنے کے بجائے اخلاقی تربیت کے نصاب کے طور پر بھی پیش کیا جانا چاہیے۔

علماء اور دینی حلقوں میں آدابِ اختلاف

دینی اور فقہی اختلاف اسلامی علمی روایت کا حصہ ہے۔ تاہم اختلاف اور باہمی دشمنی دو الگ چیزیں ہیں۔

سورۃ الحجرات کے اصولوں کی روشنی میں علمی اختلاف کے لیے چند اصول ضروری ہیں:

1. مسئلے کو شخص سے الگ رکھا جائے۔
2. مخالف کی نیت پر حکم نہ لگایا جائے۔
3. غیر مصدقہ بات نقل نہ کی جائے۔
4. علمی تنقید میں تہذیب برقرار رکھی جائے۔
5. کسی عالم یا جماعت کی تحقیر کو علمی کامیابی نہ سمجھا جائے۔
6. اختلاف کے باوجود اسلامی اخوت برقرار رکھی جائے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اصلاحِ ذات البین کو تقویٰ اور رحمت کے ساتھ جوڑا: ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

عصرِ حاضر کے لیے سورۃ الحجرات کے دس بنیادی اصول

سورۃ الحجرات کے تفسیری و تجزیاتی مطالعے سے عصرِ حاضر کے لیے درج ذیل دس اصول اخذ کیے جا سکتے ہیں:

اول: ہر دینی اور اجتماعی معاملے میں وحی کو بنیادی معیار بنایا جائے۔

دوم: خبر کی تصدیق کے بغیر اسے آگے منتقل نہ کیا جائے۔

سوم: اختلاف کو دشمنی میں تبدیل نہ کیا جائے۔

چہارم: اصلاح میں جانب داری کے بجائے عدل اختیار کیا جائے۔

پنجم: مسلمان کی عزت و آبرو کا تحفظ کیا جائے۔

ششم: تمسخر اور تحقیر کو تفریح کا نام نہ دیا جائے۔

ہفتم: بدگمانی اور تجسس سے اجتناب کیا جائے۔

ہشتم: غیبت اور کردار کشی کو معاشرتی معمول نہ بننے دیا جائے۔

نہم: نسل، زبان، قوم اور خاندان کی بنیاد پر تکبر سے بچا جائے۔

دہم: ایمان کو صرف دعوے کے بجائے عملی کردار سے مضبوط کیا جائے۔

خلاصۃ البحث:

سورۃ الحجرات کا مطالعہ یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ قرآن مجید ایک ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جس میں انسان کا تعلق صرف قانونی ضابطوں سے نہیں بلکہ اخلاقی ذمہ داری سے بھی قائم ہو۔ اس سورت میں ادب، اطاعت، تحقیق، عدل، اصلاح، اخوت، انسانی مساوات اور تقویٰ کو ایک مربوط اخلاقی نظام کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

عصرِ حاضر کا انسان اگرچہ ٹیکنالوجی اور ذرائع ابلاغ کے اعتبار سے پہلے سے کہیں زیادہ طاقتور ہو چکا ہے، لیکن اس طاقت کے ساتھ اخلاقی ذمہ داری کا مسئلہ بھی زیادہ سنگین ہو گیا ہے۔ ایک غیر مصدقہ خبر چند لمحوں میں فساد پیدا کر سکتی ہے، ایک تحقیر آمیز جملہ کسی انسان کی عزت مجروح کر سکتا ہے، ایک غلط الزام خاندانوں کو تقسیم کر سکتا ہے اور ایک معمولی اختلاف بڑے اجتماعی نزاع میں تبدیل ہو سکتا ہے۔

ایسے ماحول میں سورۃ الحجرات محض تلاوت کی سورت نہیں بلکہ انسانی تعلقات، اجتماعی ذمہ داری اور اخلاقی ابلاغ کا ایک جامع قرآنی منشور بن کر سامنے آتی ہے۔

اس لیے عصرِ حاضر کے مسلمان کے لیے اس سورت کا پیغام نہایت واضح ہے: اپنی رائے سے پہلے حق کو دیکھو، خبر سے پہلے تحقیق کرو، اختلاف سے پہلے انصاف کرو، گفتگو سے پہلے ادب اختیار کرو، اور تعلقات میں اخوت و تقویٰ کو بنیاد بناؤ۔

نتائج البحث:

1. سورۃ الحجرات اسلامی معاشرت کے اخلاقی اصولوں کا ایک جامع قرآنی منشور پیش کرتی ہے۔
2. رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادب دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عملی تقاضا ہے۔
3. تحقیقِ خبر اسلامی معاشرتی نظم کی بنیادی ضرورت ہے۔

4. آیتِ تبین کا دائرہ جدید ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا تک وسیع تطبیقی اہمیت رکھتا ہے۔
5. قرآن اختلاف کے خاتمے کے بجائے اختلاف کو اخلاقی اور عادلانہ طریقے سے منظم کرتا ہے۔
6. اسلامی اخوت محض جذباتی تصور نہیں بلکہ اجتماعی ذمہ داری ہے۔
7. تمسخر، عیب جوئی اور غیبت معاشرتی اعتماد کو تباہ کرتی ہیں۔
8. انسانی فضیلت کا اصل معیار تقویٰ ہے، نہ کہ نسل، قوم، زبان یا معاشی حیثیت۔
9. حقیقی ایمان انسان کے اجتماعی کردار میں ظاہر ہوتا ہے۔
10. سورۃ الحجرات کی تعلیمات جدید معاشرتی انتشار کے مقابلے میں ایک مضبوط اخلاقی framework فراہم کرتی ہیں۔

تجاویز وسفارشات

1. تعلیمی اداروں میں سورۃ الحجرات کی اخلاقی تعلیمات کو باقاعدہ تربیتی مواد کا حصہ بنایا جائے۔
2. دینی مدارس میں "آدابِ اختلاف" اور "اخلاقِ ابلاغ" جیسے موضوعات کو زیادہ نمایاں کیا جائے۔
3. سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں میں قرآن کے اصولِ تبین کے حوالے سے شعور پیدا کیا جائے۔
4. علماء اور خطباء غیر مصدقہ واقعات اور روایات نقل کرنے سے پہلے تحقیق کو لازم سمجھیں۔
5. خاندانی تنازعات کے حل کے لیے اصلاحِ ذات البین کے قرآنی اصولوں کو اختیار کیا جائے۔
6. سوشل میڈیا پر کردار کشی، تمسخر اور نجی معلومات کی تشہیر کے خلاف اخلاقی آگاہی پیدا کی جائے۔
7. مسلکی اختلافات میں علمی زبان، حسنِ ظن اور اسلامی اخوت کو بنیادی اصول بنایا جائے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] القرآن، سورۃ الحجرات 1:49

[2] مفتی شاہ محمد مظہر اللہ دہلویؒ کی ولادت بدھ، 15 رجب 1303 ھ، مطابق 21 اپریل 1886 ء کو دہلی میں ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر چار برس تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا، چنانچہ آپ کے دادا مفتی محمد شاہ محمد مسعود نے پرورش کی ذمہ داری سنبھالی۔ دو سال بعد دادا کا بھی انتقال ہوگیا تو آپ کے چچا مولانا عبدالمجیدؒ نے کفالت فرمائی۔ اس طرح ابتدا ہی سے آپ کی تربیت دینی ماحول میں ہوئی اور آپ کی زندگی میں سیرتِ نبوی ﷺ

کے اثرات نمایاں رہے۔ آپ کا وصال پیر، 14 شعبان1386 ھ، مطابق 28 نومبر1966 ء کو دہلی میں ہوا اور جامع مسجد فتح پوری کے صحن کی مشرقی جانب حضرت نوشاہؒ کے احاطۂ مزار میں سپردِ خاک کیے گئے۔(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، علمی اور ادبی خدمات:۶۵)

[3] **بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ،** بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ»، **حدیث نمبر:**5500

[4] **تفسیر مظہر القرآن، سورۃ الحجرت**1:49 **جلد:**2، **صفحہ:**1555

[5] **سورۃ الحجرات**2:49

[6] **مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، دار احیاء التراث العربی، بیروت،** باب: مخافة المؤمن أن يحبط عمله، **حدیث:**119

تفسیر مظہر القرآن، سورۃ الحجرت2:49 **جلد:**2، **صفحہ:**1555[7]

[8] **آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ج**13، **ص**287-290

[9] **سورۃ الحجرات**1:49

[10] **سورۃ الحجرات**6:49

[11] **ایضا، سورۃ الحجرات:**6، **جلد:**22، **صفحہ:**286

[12] **طبری، محمد بن جریر بن یزید، جامع البیان فی تأویل القرآن، مؤسسۃ الرسالہ، سورۃ الحجرات:**5، **جلد:**22، **صفحہ:**282

[13] **سورۃ الحجرات**9:49

[14] **سورۃ الحجرات**9:49

[15] **صحیح بخاری،** بَابُ مَا جَاءَ فِي الإِصْلاَحِ بَيْنَ النَّاسِ" إِذَا تَفَاسَدُوا ،**حدیث نمبر:**2691

[16] **تفسیر مظہر القرآن، سورۃ الحجرت**9:49 **جلد:**2، **صفحہ:**1557

[17] **سورۃ الحجرات**10:49

[18] **سورۃ الحجرات**11:49

[19] **سورۃ الحجرات**11:49

[20] **سورۃ الحجرات**12:49

[21] **سورۃ الحجرات**13:49

[22] **سورۃ الحجرات**15:49